در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگارِ

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی

رحمۃ اللہ علیہ

مجلہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

بانی مدیر اعلیٰ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۵۶۵

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

سرپرست اعلیٰ
(فقیر) سید
محمد نور الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۱ — جلد نمبر ۱

یکم تا ۱۵ دسمبر ۲۰۲۴ء — جمادی الثانی ۱۴۴۶ھ

مدیر اعلیٰ سید غلام الحسنین قادری گیلانی نے عکاس پرنٹرز محلہ جنگی پشاور سے طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	شبیر حسین امام	۲
۲	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	سید کامران شاہ بخاری قادری	۴
۳	انوار غوثیہ شرح الشمائل النبویۃ	سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی	۵
۴	شانِ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا	خدیجہ طاہر	۹
۵	شرح در معنی حریت	ڈاکٹر زبید گل خٹک	۱۳
۶	غزل	سید یاسر بخاری	۱۶
۷	مولانا روم	شاہد ودود قادری	۱۷
۸	آقا سید سعید احمد گیلانی رحمت اللہ علیہ	سید محمد انور شاہ قادری بخاری	۲۱
۹	شخصیاتِ سرحد (ش شوکت)	علی اویس خیال	۲۶
۱۰	تبصرہ کتب	سید محمد انور شاہ قادری بخاری	۲۹

شذرہ

اِحتجاجی سیاست‘ معاشی نقصانات

شبیر حسین امام

چار دسمبر کو اسلام آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس عامر فاروق نے ۲۴ نومبر کے احتجاج کے خلاف اسلام آباد کے تاجروں کی جانب سے توہین عدالت کی درخواست پر سماعت کرتے ہوئے وفاقی حکومت اور اسلام آباد انتظامیہ پر برہمی کا اظہار کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ”آپ نے امن وامان بحال کرنا تھا لیکن آپ نے تو پورا اسلام آباد بند کر دیا، تحریک انصاف نے غلط کیا تو حکومت نے بھی تو غلط ہی کیا۔“

گذشتہ ماہ پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) ایک بار پھر اپنے بانی چیئرمین عمران خان کی رہائی کا مطالبہ لیے احتجاج کے لیے نکلی تو اسے ’فائنل کال‘ کہا گیا۔ اگرچہ احتجاج کسی بھی جماعت یا فرد کا جمہوری حق ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان مظاہروں کی کثرت سے پاکستان کی کمزور معیشت اور بین الاقوامی ساکھ متاثر ہو رہی ہے۔ پی ٹی آئی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ احتجاج کے لیے ہمیشہ ایسے وقت کا انتخاب کرتی ہے جب پاکستان کی عالمی ساکھ پر وار کیا جا سکے۔ حالیہ احتجاج بھی اس وقت ہوا جب بیلا روس کے صدر الیگزینڈر لوکاشینکو پاکستان کے دورے پر تشریف لائے۔

احتجاجی سیاست سے ہونے والے معاشی نقصانات پر نظر ڈالی جائے تو وہ حیران کن ہیں۔ وفاقی وزیر خزانہ محمد اورنگزیب کے مطابق ان مظاہروں کے نتیجے میں وفاقی حکومت کو روزانہ ۱۹۰ ارب روپے کا نقصان ہوتا ہے جبکہ ملک کی خام پیداوار (جی ڈی پی) کو روزانہ ۱۴۴ ارب روپے کا نقصان بھی اپنی کوئی معمولی نقصان نہیں۔ اِسی طرح احتجاج کی وجہ سے برآمدات بھی متاثر ہوتی ہیں جن کے نقصانات کا تخمینہ چھبیس ارب روپے اور غیر ملکی سرمایہ کاری میں روزانہ تین ارب روپے کمی کی صورت لگایا گیا ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی اور ٹیلی کام کے شعبے، جو پاکستان کے معاشی ترقی و معاشی مستقبل کے لیے کلیدی اہمیت کے حامل ہیں، کے یومیہ نقصانات بھی اربوں روپے میں شمار کیے گئے ہیں۔ یہ اعداد و شمار

درحقیقت سیاسی بحران کی ''اصل قیمت'' ہیں اور یہ قیمت سیاسی جماعتیں یا ان کے قائدین نہیں بلکہ عام پاکستانیوں کو برداشت کرنا پڑ رہی ہے جو پہلے ہی مہنگائی کی چکی میں پس رہے ہیں، بقول امن چاند پوری

ترقی کر رہا ہے ملک بے شک
ترقی نے غریبوں کو دیا کیا؟

معاشی، اقتصادی اور سماجی بحرانوں کی شدت میں اضافے کا نتیجہ وہ 'انتہائی ردعمل' ہوتا ہے جس کا مظاہرہ قانون نافذ کرنے والے اِداروں کی جانب سے کیا جاتا ہے۔ غیر ضروری اور غیر متعلقہ شہروں اور شاہراؤں کو بھی ہر قسم کی آمدورفت کے لیے ''بے رحمی'' سے بند کردیا جاتا ہے جس سے روزمرہ زندگی کے معمولات میں خلل پڑتا ہے۔ قومی فیصلہ سازوں کو سمجھنا ہوگا کہ یہ پوری صورتحال جمہوری عمل پر عوام کے اعتماد کو کمزور کرنے کا باعث بن رہی ہے جو کسی بھی جماعت اور بالخصوص جمہوریت کے مستقبل کے لیے مفید نہیں۔ اختیارات کے اندھا دھند استعمال کی بجائے اگر تحمل، رواداری اور برداشت سے کام لیا جائے تو قانون شکنی کے امکان کو ختم کرتے ہوئے امن وامان برقرار رکھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

دوسری جانب پی ٹی آئی کو بھی اپنے طور طریقوں، لب ولہجہ اور ترجیحات پر غور کرنا ہوگا۔ احتجاج جمہوریت کا اہم جزو ہے لیکن اسے ریاست کو غیر مستحکم کرنے کے لیے بطورِ ہتھیار استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔ پی ٹی آئی اور حکومت دونوں کو چاہیے کہ وہ اپنی حکمت عملیوں کا ازسرنو جائزہ لیں۔ اول الذکر کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ آیا ان کے احتجاج کے معنی خیز نتائج برآمد ہو رہے ہیں یا صرف افراتفری میں اضافہ ہو رہا ہے؟ جبکہ موخرالذکر کو سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کہ ضرورت سے زیادہ طاقت پر انحصار کس قدر کارگر ثابت ہو رہا ہے؟ اس سوال کا جواب بھی تلاش کیا جانا چاہیے کہ حکمراں اتحاد اور حزبِ اختلاف کی جماعتوں کے درمیان تعمیری بات چیت کا آغاز کیسے کیا جائے اور موجودہ 'ڈیڈ لاک' کا خاتمہ کیونکر ممکن بنایا جاسکتا ہے۔

اس بات کو سمجھنا ہوگا کہ صرف بات چیت کے ذریعے ہی پاکستان درپیش موجودہ چیلنجوں سے نمٹ سکتا ہے اور اسی میں قومی معاشی وسماجی ترقی کی امید بھی پنہاں ہے۔

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سید کامران علی شاہ بخاری قادری

مالک خلق خدا، جن و بشر آتے ہیں
وجہ تخلیق ہوا، خشکی و تر آنے ہیں

باعث خلقت خورشید و قمر آتے ہیں
مالک سیم و زر و لعل و گہر آتے ہیں

تو میرے فکر کی دہلیز ذرا پیار سے چوم!
دیکھ نا یار ذرا کون ادھر آتے ہیں!

پھر سے دیدار کا مشتاق ہوں جس ہستی کا
وہی دلبر وہی مقصودِ نظر آتے ہیں!

بے نوا چھوڑ دیں تم کو یہ کہاں ممکن ہے
ارے پگلے تو انہیں یاد تو کر آتے ہیں!

جاں سے نزدیک ہیں بندے ذرا قرآن تو پڑھ !
کون کہتا ہے یہاں کر کہ سفر آتے ہیں

گذشتہ سے پیوستہ

انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویہ

قطب الاقطاب شیخ القرآن والحدیث
حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حدیث نمبر ۱۱/ ۱۵۴: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ فَقَالَ أَنَسٌ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلٰى ذَالِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِنْ شَعِيْرٍ وَ مَرَقًا فِيْهِ دُبَّآءٌ وَ قَدِيْدٌ قَالَ اَنَسٌ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّآءَ حَوَالِي الْقَصْعَةِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّآءَ مِنْ يَوْمَئِذٍ

ترجمہ: اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ انہوں نے انس بن مالک سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ ایک درزی نے حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی جو کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ جناب انس فرماتے ہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں میں بھی اس کھانے میں شریک ہوا۔ پس اس درزی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جَو کی روٹی، شوربا جس میں کدو تھے اور خشک گوشت، پیش کیا۔ جناب انس فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ کاسہ کے کناروں سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما کر نوش کر رہے ہیں، اس دن سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھے کدو محبوب ہو گیا۔

حل لغات: خیاطاً: درزی۔ مَرَقاً: شوربا۔ قَدِیْدٌ: خشک گوشت، قاق۔ القَصْعَة: اتنا بڑا پیالہ یا کونڈا جس میں سے دس آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھالیں۔ الصَحفة یا الصَّحفة وہ پیالہ یا کونڈا

جس میں سے پانچ آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھالیں۔ مَکِیْلہ: وہ پیالہ یا کاسہ جس میں سے دو آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھالیں۔ صحیفہ: وہ پیالہ یا کاسہ جس میں سے ایک آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھالے، ان میں سب سے بڑے کو جُفْنہ کہتے ہیں۔

تشریح: یہ درزی حضور پاک ﷺ کا ایک آزاد کردہ غلام تھا۔ بقول حضور مولانا محمد باری المدعو محمد مصلح الدین انصاری اپنی شرح میں اس درزی کا نام شعیب بتاتے ہیں (صفحہ ۴۰)۔ علامہ البیجوری رحمۃ اللہ علیہ علامہ عسقلانی سے نقل کرتے ہیں کہ:

"لم اقف علی اسمہ لکن فی روایۃ: أنہ مولی المصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ"

میں اس کے نام سے واقف نہیں لیکن ایک روایت میں ہے کہ وہ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

جناب انس رضی اللہ عنہ چونکہ خادم تھے اس لیے حضور ﷺ کے جلو میں گئے، اس دعوت میں اس درزی صاحب نے جَو کی روٹی شوربا جس میں کدو تھے اور خشک گوشت سے تواضع کی چونکہ کدو آنحضور ﷺ کی مرغوب غذا تھی اس لیے آنجناب ﷺ اس پیالہ یا کونڈے کے تمام جوانب سے کدو کے قتلے تلاش فرما کر نوش فرماتے رہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا کتنا پیارا ارشاد ہے کہ "اس دن سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھے کدو محبوب ہو گیا" جو چیز حضور پاک ﷺ کو پسند ہوتی تھی صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہ اجمعین اس کو محبت شرعی سمجھ کر پسند کرتے، ان کی محبت کی یہی واضح علامت تھی۔ درحقیقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کدو سے محبت حضور ﷺ کی سنّت سے محبت تھی اور حضور ﷺ سے محبت تھی۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "آدمی لیے بہت ہی بہتر ہے کہ وہ کدو کو پسند کرے اور اسے شوق سے کھائے اور اسی طرح ہر اس چیز کو پسند کرے جسے حضور پیغمبر اسلام ﷺ پسند فرماتے تھے۔"

اس حدیث شریف سے یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ اگر دوسرا آدمی جو کہ اس کھانے میں شریک ہو اور ایک ہی برتن سے کھا رہے ہوں نیز اس برتن میں دو یا تین چیزوں کے اجزاء کا شوربا ہو مثلاً آلو گوشت، گھیا گوشت وغیرہ وغیرہ وہ اپنے سامنے کے علاوہ دوسرے کے سامنے بھی اپنی پسندیدہ چیز کھا سکتا

ہے بشرط یہ کہ دوسرے ساتھی کو کوئی اعتراض نہ ہو یا کراہت نہ کرے اور حضور سرور عالم و عالمیان ﷺ کے متعلق تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ حضور پاک ﷺ کا اس طرح فرمانا تو باعث برکت خیر اور اس سالن کو متبرک کرنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت علامہ فاضل اکمل فقیہ اعظم ملا علی قاری رحمہ الباری ''جمع الوسائل''، جلد اوّل، صفحہ ۲۰۸ پر تحریر فرماتے ہیں:

وَلَا يُعَارِضُهُ نَهْيُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ لِأَنَّهُ لِلْقَذَرِ وَالْإِيذَاءِ وَهُوَ مُنْتَفٍ فِيهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَوَدُّونَ ذٰلِكَ مِنْهُ لِتَبَرُّكِهِمْ بِآثَارِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَتَّى نَحْوَ بُصَاقِهِ وَمُخَاطِهِ يُدَلِّكُونَ بِهَا وُجُوهَهُمْ وَقَدْ شَرِبَ بَعْضُهُمْ بَوْلَهُ وَبَعْضُهُمْ دَمَهُ"

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ الباری ''جمع الوسائل''، صفحہ ۲۰۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

" وَفِي الْحَدِيثِ جَوَازُ أَكْلِ الشَّرِيفِ طَعَامَ مَنْ دُونَهُ مِنْ مُحْتَرِفٍ وَغَيْرِهِ وَإِجَابَةُ دَعْوَتِهِ وَمُؤَاكَلَةُ الْخَادِمِ وَبَيَانُ مَا كَانَ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنَ التَّوَاضُعِ وَاللُّطْفِ بِأَصْحَابِهِ وَتَعَاهُدِهِمْ بِالْمَجِيءِ إِلَى مَنَازِلِهِمْ وَ فِيهِ الْإِجَابَةُ إِلَى الطَّعَامِ وَلَوْ كَانَ قَلِيلًا ذَكَرَهُ الْعَسْقَلَانِيُّ"

حدیث نمبر ۱۲ / ۱۵۵: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَ مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَ الْعَسَلَ

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ حلوا اور شہد بہت پسند فرماتے تھے۔

حل لغات: حَلْوَاء: شیریں، میٹھا، ہر وہ چیز جس میں شیرینی ہو۔ کلا ما فیہ حلاوۃ العسل،

شہد۔

تشریح: حضور صاحب معراج خاتم النبیین سیّد المرسلین صاحب شفاعت کبریٰ احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلوا اور شہد پسند فرماتے تھے۔ یعنی ہر اس چیز کو جس میں شیرینی ہوتی پسند فرماتے یہی معنی معتمد علیہ ہیں لہٰذا شہد کا ذکر تخصیص بعد تعمیم ہے۔ جناب مولانا محمد عاقل صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''شیخ رحمۃ اللہ علیہ گفت کہ بصحت نرسیدہ کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام شکر را دیدہ باشد''

یعنی شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شکر کو دیکھا ہو۔

علامہ البیجوری رحمۃ اللہ علیہ طبرانی سے نقل فرماتے ہیں:

" و اوّل من خَبَص فی الاسلام عثمانُ رضی الله عنه خلط بین دقیق و عسل و عصده علی النار حتی نضِج و بعث به الی المصطفٰی صلی الله علیه واٰله وسلم فاستطابه"

یعنی سب سے پہلے ایام اسلام میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حلوا بنوا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔ یہ حلوا باریک آٹا اور شہد سے تیار کیا گیا جسے آگ پر پکایا گیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پسند فرمایا۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں شکر استعمال کرنے کا رواج نہیں تھا اور لوگ میٹھی چیز عموماً شہد یا کھجور سے بناتے تھے۔ جناب علامہ البیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" و یؤخذ من هذا الحدیث أن محبة الأطعمة النفیسة لا تُنافی الزهد لکن بغیر قصد"

(جاری ہے)

شانِ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا

خدیجہ طاہر

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

جگر گوشہ رسولِ رحمت اور نسبت مصطفائی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم مظہر، خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ آپ سلام اللہ علیہا کی ولادت بعثت نبوی سے پانچ برس قبل ہوئی۔ اس وقت سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس برس تھی۔ سیدۃ النساء العالمین، سیدۃ النساء اہل الجنۃ، زہرا، بتول، طاہرہ، مطہرہ، راضیہ، مرضیہ، زاکیہ اور عذرا آپ کے مشہور القاب ہیں۔

سیدہ پاک سلام اللہ علیہا بچپن ہی سے نہایت متین اور تنہائی پسند تھیں۔ عام بچوں کی طرح نہ تو کبھی کھیل کود میں حصہ لیا اور نہ ہی گھر سے قدم باہر نکالا۔ ہمیشہ والدہ ماجدہ کے پاس بیٹھی رہتیں۔ ان سے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے سوالات پوچھتیں جن سے ان کی ذہانت وفطانت کا ثبوت ملتا۔ بچپن ہی سے آپ قول وفعل سے خدادوستی اور استغنا کا اظہار ہوتا تھا۔

ابوداؤد شریف میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے بڑھ کر کسی کو عادات واطوار، سیرت وکردار اور نشست وبرخاست میں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔

شاعر محمد علی حارث سیدہ زہرا پاک سلام اللہ علیہا کی شان میں کچھ یوں عرض گزار ہوتے ہیں:

ہے پاکیزہ، ہے طیب جو نسب خاتونِ جنت کا
ہوا خیر النساء جیسا لقب خاتونِ جنت کا
مراتب ہیں بلند اتنے مرے آقا کی دختر کے
فرشتے سارے کرتے ہیں ادب خاتونِ جنت کا

ہجرتِ مدینہ کے وقت سیدہ خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا سن بلوغت کو پہنچ چکی تھیں۔ لہٰذا حضور رحمت عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم کے مطابق آپ کا نکاح سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرما دیا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لختِ جگر کو جو سامان جہیز میں عطا فرمایا اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

ایک بستر مصری کپڑے کا جس میں اون بھری ہوئی تھی، ایک نقشی تخت یا پلنگ، ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک مشکیزہ، پانی کے لیے دو مٹی کے برتن، ایک پیالہ، دو چادریں، دو بازو بند نقرئی اور ایک جائے نماز۔

صبر وقناعت سیدہ پاک سلام اللہ علیہا کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں، چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دینے اور چولہا پھونکنے سے کپڑے میلے ہو جاتے تھے لیکن ماتھے پر کبھی بَل تک نہیں آیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سلطان الفقرا تھے اور سیدہ پاک سلام اللہ علیہا نے بھی فقر و فاقہ میں ان کا پورا پورا ساتھ دیا۔ والد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہنشاہِ دو جہاں تھے لیکن داماد اور بیٹی پر کئی کئی وقت کے فاقے گزر جاتے تھے۔ ایک دن دونوں میاں بیوی آٹھ پہر سے بھوکے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کہیں سے مزدوری میں ایک درہم ملا۔ رات ہو چکی تھی ایک درہم کی جَو خرید کر گھر پہنچے۔ سیدہ پاک سلام اللہ علیہا نے حسب معمول خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا۔ جَو ان سے لے کر چکی میں پیسی، روٹی پکائی اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے سامنے رکھ دی، جب وہ کھا چکے تو خود کھانے بیٹھیں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد یاد آیا کہ ''فاطمہ دنیا کی بہترین عورت ہے۔''

ڈاکٹر مشاہد رضوی اسی بات کو لے کر سیدہ پاک کی شان کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ

دخترِ مصطفیٰ سیدہ فاطمہ | زوجۂ مرتضیٰ سیدہ فاطمہ
عینِ صبر و رضا سیدہ فاطمہ | اوجِ صدق و صفا سیدہ فاطمہ
طیبہ طاہرہ سیدہ فاطمہ | زاہدہ عابدہ سیدہ فاطمہ
محورِ اتقا سیدہ فاطمہ | کانِ شرم و حیا سیدہ فاطمہ
نسلِ پاکِ پیمبر کی بے شک امیں | جانِ شاہِ دنیٰ سیدہ فاطمہ

صبر و رِضا کا یہ عالم تھا کہ ایک بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آپ اونٹ کی کھال کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور اس میں بھی تیرہ پیوند لگے ہیں، آٹا گوندھ رہی ہیں اور زبان پر کلام اللہ کا ورد جاری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ منظر دیکھ کر آب دیدہ ہوگئے اور فرمایا ''فاطمہ دنیا کی تکلیف کو صبر سے برداشت کر اور آخرت کی دائمی مسرت کا انتظار کر، اللہ تمہیں نیک اجر دے گا۔''

فی الحقیقت سیدہ پاک سلام اللہ علیہا کا اکثر یہ حال ہوتا تھا کہ دو دو وقت کے فاقے ہوتی تھیں اور بچوں کو گود میں لے کر چکی پر آٹا پیسا کرتی تھیں، بقولِ حضرت علامہ شبلی نعمانی

یوں بسر کی ہر اہل بیت مطہر نے زندگی
یہ ماجرائے دختر خیر الانام تھا

جود وسخا میں سارا گھر اپنی مثال آپ تھا۔ ایک دفعہ کسی نے سیدہ پاک سلام اللہ علیہا سے پوچھا کہ چالیس اونٹوں کی زکوٰۃ کیا ہوگی؟ سیدہ پاک سلام اللہ علیہا نے جواباً اسے فرمایا ''تمہارے لیے صرف ایک اونٹ اور اگر میرے پاس چالیس اونٹ ہوں تو میں سارے ہی راہ خدا میں دے دوں۔''

شیخ الدلائل حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''مدارج النبوت'' میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو دیکھا کہ آپ گھر کی مسجد کے محراب میں رات بھر نماز میں مشغول رہتیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔

''مدارج النبوت''، ہی میں سیدنا حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے دوسری روایت ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا کو مسلمان مردوں اور عورتوں کے حق میں بہت زیادہ دعائیں کرتے دیکھا، میں نے عرض کی اے مادر مہربان! آپ اپنے لیے کوئی دعا نہیں مانگتیں؟ فرمایا! اے فرزند پہلے ہمسائے ہیں پھر گھر۔

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدہ زہرا سلام اللہ تعالیٰ علیہا سے پوچھا کہ جان پدرِ (مسلمان) عورت کے اوصاف کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کی ابا جان عورت کو چاہیے کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرے، اولاد پر شفقت کرے، اپنی نگاہ نیچی رکھے، اپنی زینت کو چھپائے، نہ خود غیر کو دیکھے نہ غیر اس کو دیکھ پائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام یہ جواب سن کر بہت مسرور ہوئے۔

اہلِ سیر نے حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ تعالیٰ علیہا کے بے شمار فضائل ومناقب بیان کئے ہیں جن میں یہ بھی شامل ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہ تم اور تمہارا خاوند اور تمہاری اولاد میرے ساتھ جنت میں سب ایک جگہ ہوں گے۔ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا کہ فاطمہ میرے وجود (پاک) کا حصہ ہے جو چیز اس کو دکھ پہنچاتی ہے وہ چیز مجھے بھی دکھ پہنچاتی ہے۔

سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا کے ہاں چھ اولادیں ہوئیں جن میں سے دو بچپن میں ہی انتقال کر گئے۔ آپ کی اولاد میں سے امام حسن، امام حسین، سیدہ زینب اور سیدہ اُم کلثوم سلام اللہ علیہم تاریخ اسلام کی نامور شخصیات ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی نسل پاک سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے ہی باقی رہی۔

سیدۃ النسا سلام اللہ علیہا سے کتب احادیث میں اٹھارہ احادیث مروی ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم جیسی جلیل القدر ہستیاں شامل ہیں۔

علامہ اقبال نے سیدہ کائنات کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول

شرح در معنی حریت اسلامیہ وسرّ حادثہ کربلا

ڈاکٹر علامہ زید گل خٹک

مرتّب: عمران جاوید

درمیانِ امت آن کیوان جناب
ہمچو حرف قل ھو اللہ در کتاب

یہ بلند مرتبہ شخصیت ملّت میں یوں ہے جیسے قرآن مین قل ھو اللہ ہے۔

بہت زبردست شعر ہے، سمجھنے والا شعر ہے۔ آبروئے ملّت کے طلباء اور اساتذہ اس کو سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں۔ قل ھو اللہ احد کیا ہے؟ توحید ہے۔ توحید کیا ہے؟ حقیقت الحقیقت ہے۔ حضرت نے اس نظم کا آغاز ھو الموجود کی ترکیب سے کیا ہے۔ صرف وہ موجود ہے باقی چیز فی الواقعہ موجود نہیں ہے۔ ہم ذرا اپنے آپ کو دیکھیں یعنی میں ۱۹۵۶ء سے پہلے دنیا میں موجود نہیں تھا اور ہم اگر اپنی ارواح کا سفر دیکھیں تو ہماری روح عالم امر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے امر کی صورت میں رونما ہوئی۔ وہاں سے ہمارا آغاز ہوا۔ عالم امر سے پھر عالم جبروت، عالم جبروت سے پھر عالم ملکوت، عالم ملکوت سے پھر عالم میثاق، عالم میثاق سے پھر عالم مثال، عالم مثال سے پھر رب کا نیچے آنا، پھر عناصر کا جمع ہونا، پھر نفس واحدا کا مترتب ہونا، پھر نفس واحدا کی توسیع اور پھر وہاں سے جسد وجسم انسان کی تشکیل اور اُن میں ارواح کا آنا۔ روح کا سفر بھی یہاں تک ہے۔ پھر کُن، کُن سے پہلے کوئی نہ معنی موجود تھا نہ مادہ موجود تھا تو الموجود صرف اللہ ہے، توحید حقیقت الحقیقت ہے۔ بس یہ کائنات کی حقیقت ہے، حقیقت الحقیقت توحید ہے۔ سورہ اخلاص کے بارے میں میرے آقا نے فرمایا یہ ایک تہائی قرآن ہے۔

ایک تہائی قرآن کیوں ہے؟ قرآن کے تین مرکزی موضوعات ہیں: توحید، رسالت اور معد۔ معد آخرت کو کہتے ہیں۔ سورہ اخلاص اُن اعتقادوں میں ہے۔ ایک اعتقاد بیان ہوا ہے۔ اب دوسری بات

کہ اسلامی اعتقادات میں جو حیثیت توحید کی ہے، اسلامی شخصیات میں وہی حیثیت امامِ عالی مقام کی ہے۔ جس طرح اعتقادات میں توحید بالکل منفرد ہے اسی طرح شخصیات میں امامِ عالی علیہ السلام مقام منفرد ہیں ---درمیانِ امت آن کیوان جناب ---ان عالی جناب کی امّت میں حیثیت ایسی ہے--- ہمچو حرف قل ھواللہ در کتاب --- جیسے قرآن میں سورہ اخلاص ہے، اسلام میں اعتقادِ توحید ہے، اسلام میں مشرب وذوقِ توحید ہے۔

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید

این دو قوت از حیات آید پدید

موسیٰ اور فرعون شبیر اور یزید، زندگی سے یہ دو قوتیں جنم لیتی ہیں۔

یہ شعر آج کے اظہار پسندوں کے منہ پر طمانچہ بھی ہے۔ پاکستان کی مساجد سے، پاکستان کے جلسوں سے یزید رحمت اللہ علیہ --- معاذ اللہ معاذ اللہ --- بھی سنا گیا۔

اب یہاں پر دیکھ لینا حضرت اقبال کیا فرما رہے ہیں؟ حضرت اقبال تو پاکستان کے مصور بھی ہیں، فلسیوفِ اسلام بھی ہیں، شاعرِ مشرق بھی ہیں، پیر اشراق بھی ہیں، قرآن کے بھی عالم ہیں، حدیث کے عالم بھی ہیں، تاریخ کے بھی عالم ہیں، تمدّن کے بھی عالم ہیں۔ مختلف اسلامی تحاریک پر بھی آپ کی نظر ہے، ماضی وحال واستقبال پر بھی آپ کی بصیرت ہے، بڑے آدمی ہیں، بڑے فکری آئکون ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں --- موسیٰ وفرعون وشبیر و یزید --- فرعون کے تمرد کے مقابلے میں موسیٰ علیہ السلام، یزید کے تمرد تکبّر، تطرف، ظلم وعدوان اور کفر کے سامنے حضرت شبیر۔ یہ دو قوتیں ہیں: ایک حزب الرحمٰن ایک حزب الشیطان۔ حزب الرحمٰن کے جو سردار ہیں وہ موسی علیہ السلام وحسین علیہ السلام ہیں اور حزب الشیطان کے جو سورما ہیں، جو کار فرما ہیں، جو بد بخت ہیں، جو اشقیاء ہیں، وہ فرعون و یزید ہیں --- این دو قوت از حیات آید پدید --- یہی دو قوتیں حیات میں دمادم آرہی ہیں۔ کونسی قوتیں؟ ایک حق اور ایک باطل۔ حق کے قافلہ و سالار کون ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اور باطل حزب الشیطان کے سورما اور متمردین، ملعونین کون ہیں؟ فرعون اور یزید۔ اور حق و باطل کے درمیان کے راستے کی بھی حضرت اقبال نفی فرماتے ہیں۔

''ضربِ کلیم'' میں ایک جگہ سلطانِ شہید فتح علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نظم ہے، فرماتے ہیں

باطل دوی پسند ہے حق لا شریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

یہ دونوں چیزیں ضروری ہیں یعنی حق کے ساتھ تولیٰ کرنا ہے اور باطل سے تبرا۔ حق کے ساتھ ولایت اور باطل سے بیزاری۔

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا۔
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ---آمین

ہم عشاء کی نماز میں سونے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کیا پیمان کرتے ہیں؟ یہ جو ہم دعا کرتے ہیں اس کے معنی پر غور کرنا چاہیے ---وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ ---اے اللہ ہم اُس سے انخلاء کرتے ہیں، اُس سے تبرا کرتے ہیں، اُس سے علیحدہ ہوتے ہیں، اُس سے الگ ہوتے ہیں، اُس سے کنارہ کش ہوتے ہیں، اُس کو چھوڑتے ہیں، اُس کو ترک کرتے ہیں جو تیرے حضور فاجر ہیں، جو تیرے حضور عہد شکن ہیں۔ ہم (تو) اُن کے ساتھ ہیں جو تیرے ساتھ کیے ہوئے پیمان کی پاسداری کرتے ہیں۔ یہ ایمان ہے۔ ایمان گوں مگوں کی کیفیت نہیں ہے۔ ایمان مداہنت کا نام نہیں ہے۔

یہ شعر ہمیں بہت کچھ بتا رہا ہے

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
این دو قوت از حیات آید پدید

یزید جس قوت کو لیڈ (کی سربراہی) کر رہا ہے، وہ حزب الشیطان ہے، وہ باطل ہے اور حسین علیہ السلام جس قوت کو لیڈ کر رہے ہیں وہ قوت کیا ہے؟ حزب الرحمٰن ہے، وہ حق ہے۔ حضرت اقبال ہمیں یہ سمجھا رہے ہیں کہ حق کو کیسے پہچانیں گے؟ حق کی قرآنی پہچان کیا ہے؟ قرآنِ پاک میں وہ مناظر بیان ہوئے ہیں جو مناظر براہین قاطعہ ہیں، دلائلِ ناطقہ ہیں حق کے۔

(جاری ہے)

غزل

سید یاسر بخاری قادری

امورِ عشق میں کچھ استخارہ ہو نہیں سکتا
یقین رکھ، اس تجارت میں خسارہ ہو نہیں سکتا

وہ میرا حال پوچھے جب، میں کہتا ہوں گزارا ہے
مگر جانے ہے وہ اُس بِن گزارا ہو نہیں سکتا

طلب کوئی تو ہو من میں اگر زندوں میں رہنا ہے
تمناؤں سے جیتے جی کنارا ہو نہیں سکتا

بسایا دل میں ہے اُس کو تو پھر وہ کر جو من چاہے
کہ بعد اس کے غلط دل کا اشارہ ہو نہیں سکتا

تصرف میں ہیں یوں تو وسعتیں سات آسمانوں کی
زمیں کا اک وہ باشندہ ہمارا ہو نہیں سکتا

بیانِ اضطرابِ دل کروں کیسے کہ اس قابل
کوئی تمثیل، تشبیہ، استعارہ ہو نہیں سکتا

سوالِ وصل پر ان کے گلے سے آکے لگ جانا
جواب اس سے کوئی بڑھ کر کرارا ہو نہیں سکتا

صدائیں آ رہی ہیں بزمِ یاراں سے مجھے یاسر
بنا مطلب کسی نے ہو پکارا، ہو نہیں سکتا

مولائے روم اور مثنوی معنوی

(محسن اور احسان)

حافظ محمد شاہد ودود قادری

قدوۃ السالکین، حجۃ الکاملین، واقفِ اسرارِ شریعت، دانائے رموزِ حقیقت، غواصِ معرفت حضرت علامہ مولانا جلال الدین محمد بلخی ثم قونیوی رحمۃ اللہ علیہ المعروف مولانا رومی، مولائے روم اور حضرت مولانا ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ بمطابق ۳۰ ستمبر ۱۲۰۷ء کو سلطان العلماء محمد ابن حسین خطیبی المعروف مولانا بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بلخ (موجودہ افغانستان) میں تولد ہوئے۔ بلخ (افغانستان) میں آپ کی جائے ولادت کے آثار آج بھی موجود ہیں۔

آپ خلیفہ راشد اول امیر المومنین و امام المسلمین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد میں سے تھے۔ عہدِ طفلی ہی میں والد گرامی اور دیگر اہل خاندان کے ہمراہ قونیہ (ترکی) سے براستہ نیشاپور (ایران) تشریف لے آئے۔ نیشاپور میں آپ کو کمسنی میں حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۱ء) جیسی عبقری شخصیت کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ اڑتیس برس کی عمر میں حضرت شیخ محمد ابن ملک داد تبریزی المعروف حضرت شیخ شمس الدین تبریزی کبروی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی ایک عظیم شاخ کبرویہ میں بیعت ہوئے۔ یوں آپ کا سلسلہ طریقت کچھ یوں بنتا ہے: حضرت محمد جلال الدین المعروف مولائے روم، حضرت بابا شمس الدین عرف شمس تبریزی سہروردی کبروی، حضرت خواجہ بابا کمال جندی سہروردی، حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ ولی تراش سہروردی، حضرت خواجہ ابونجیب عبدالقاہر ضیاء الدین سہروردی۔۔۔رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

برصغیر پاک و ہند میں آپ کے ہم عصر مشائخ عظام میں ایک بڑا نام شیخ الاسلام حضرت غوث

بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی آتا ہے۔آپ بھی مولائے روم رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین میں شامل تھے۔اتوار ۵ جمادی الثانی ۶۷۲ھ بمطابق ۱۶ دسمبر ۱۲۷۳ء کو قضائے مبرم کے آگے سرتسلیم خم کیا۔قونیہ(ترکی) میں آپ کا مزار فیض آثار سلوک کے متلاشیوں اور تشنگانِ معرفت کو یوں دعوت حق دیتا نظر آتا ہے

کعبۃ العشاق باشد این مقام
ہر کہ ناقص آمد این جا شد تمام

مولائے روم علیہ الرحمۃ بیک وقت عالم وعارف، شاعروادیب، معلم و مصلح، مصنف ومفکراور متکلم و فلسفی تھے۔ یہ تمام خوبیاں اگرکسی ایک انسان میں یکجا ہوں تو اسے بلا شبہ ہشت پہلو شخصیت کہا جا سکتا ہے۔آپ کی غزلیات ’’دیوانِ کبیر‘‘ کے نام سے کئی جلدوں میں شائع ہوچکی ہیں۔خطوط ’’مجموعہ حقانیت‘‘ اور ملفوظات ’’فیہ مافیہ‘‘ کے عنوان سے چھپ چکے ہیں۔ان کے علاوہ ایک تصنیف ’’مجالسِ سبعہ‘‘ کے عنوان سے بھی زیورِطبع سے آراستہ ہوچکی ہے۔

لیکن آپ کی علمی وقلمی خدمات میں جوشہرت اوراعزاز چھ دفاتر پر مشتمل ’’مثنوی معنوی‘‘ کونصیب ہوا وہ ’’این سعادت بزورِ بازو نیست‘‘ کے مصداق ہے جسے کسی نے فارسی زبان میں قرآن تک کہا (ہست قرآن درزبانِ پہلوی) اورکسی نے فارسی کی اُن چارلازوال کتابوں میں سے ایک گردانا جنہیں صبح قیامت تک زوال نہیں (شاہنامہ فردوسی ، گلستانِ سعدی، دیوانِ حافظ شیرازی اور مثنوی معنوی از مولائے روم)۔

مثنوی معنوی کے تراجم وشروح دنیا کی کئی زبانوں میں کیے جا چکے ہیں۔اس کے روح پرور، جاندار، رقت آمیز اور ایمان افروز اشعار ہر دور میں مدرسین کے دروس کی زینت، مقررین کی تقاریر کا حسن اورلکھاریوں کی تحریرات کی دلفریبی کا سبب رہے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مثنوی معنوی کے ماخذ و منابع بنیادی طور پر تین ہیں قران، حدیث اور تجربات وحوادثِ دنیا۔مولائے روم علیہ الرحمہ نے قرآنی آیات کوسلیس انداز میں سمجھانے کے واسطے احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد سے موضوعات کو کما حقہ واضح

فرمایا ہے۔

قصائص انبیاء اور سابقہ انبیاء کی امتوں میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا بیان مثلاً نصوح کا واقعہ (علیٰ ہٰذا القیاس) بھی مثنوی معنوی کی خصوصیات میں سے ایک ہے۔ واقعات سے عبرت دلا کر قاری کو اپنی جانب متوجہ کرنا دراصل طریقہ خداوندی ہے۔ قرآنِ مجید، فرقانِ حمید، برہانِ رشید جیسی لاریب کتاب کا بھی ایک تہائی حصہ مبنی بر قصائص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَقَدۡ كَانَ فِیۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ (بیشک ان قصوں میں سمجھداروں کے لیے عبرت ہے)۔

مثنوی معنوی میں قرآنِ مجید، احادیثِ نبوی اور حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی اپنی زندگی کے تجربات و حوادث کے امتزاج سے بھرپور کلام بھی ملتا ہے جس کا مقصد اصلاح امت اور بے راہرووں کو سیدھے راستے پر گامزن کرنا ہے۔ الغرض مثنوی معنوی ایک ایسے وسیع و عریض گلشن کی مانند ہے جس میں سے خوشہ چینی ظاہر و باطن کو مصفّٰی، قلب و نظر کو منور اور روح و جسم کو مقوی بناتی ہے۔

مولائے روم علیہ الرحمہ کی مثنوی معنوی کی ایک بہت بڑی کرامت یہ بھی ہے کہ اس کا اسلوبِ تحریر آنے والے ادوار کے صوفی شعراء کے کلاموں کے لیے خضرِ راہ ثابت ہوا۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ کا یہ کمال ہر دور کے صوفی قلم بردار کو اپنا ممنونِ احسان بنائے رکھے گا۔ برصغیر پاک و ہند میں فارسی اور اردو کے عظیم شاعر قلندرِ لاہوری حکیم الامت حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مولائے روم علیہ الرحمہ کی کرشماتی تعلیمات کی بدولت کارل مارکس، جنہیں انہوں نے ''پیغمبر بے جبریل'' تک کہا تھا سے تائب ہو کر نہ صرف کہ مولائے روم کے روحانی مرید بنے بلکہ عشق مصطفیٰ کے بحر بیکراں کے غوطہ زن اور حقیقی معنوں میں داعی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنے۔ اس حقیقت کا اقرار خود اقبال نے ان الفاظ میں فرمایا

پیرِ رومی خاک را اکسیر کرد
از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد

اقبال کا مولائے روم علیہ الرحمہ کو پیر (مرشد) کہنا موخر الذکر کی عظمت کی ایک دلیل ہے۔

مولائے روم علیہ الرحمہ کی الہامی شاعری کے گہرے اثرات برصغیر پاک و ہند کے دیگر بہت

سارے شعرائے کرام کی شاعری پر بھی مرتب ہوئے۔ ملا غنیمت کنجاہی ہوں کہ ملا شاہ لاہوری، خوشحال خان خٹک ہوں یا عبد الرحمٰن بابا، صاحبِ سیف الملوک حضرت میاں محمد بخش ہوں یا پھر سید غلام نصیر الدین نصیر گولڑوی یہ سب اور ان جیسے لاتعداد مقتدیان مولائے روم علیہ الرحمہ کی اقتدا میں صف آراء نظر آتے ہیں اور بلا شبہ اس پیروی نے مولائے روم علیہ الرحمہ کو ایک مکتبِ فکر کا درجہ دیا ہے۔

جیسا کہ اس مضمون کے آغاز میں عرض کی کہ مولائے روم علیہ الرحمہ ایک ہشت پہلو شخصیت کے مالک ہو گزرے ہیں لہٰذا ان پر لکھنے کے لیے ان کی شخصیت اور ان کے کلام کی ہر جہت پر زیادہ سے زیادہ لکھے جانے کے بعد بھی تشنگی اور ''حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا'' کی صورت میں ندامت کا سا احساس رہتا ہے۔

مضمونِ ھٰذا میں تو صرف مثنوی معنوی کی اجمالاً تعریف کی گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی اسے پڑھنے کا لطف اور سننے کا مزہ نہ صرف کہ پہلے سے زیادہ آتا ہے بلکہ یہ کلام اپنے قاری اور سامع کو مبہوت کر دیتا ہے۔ اس کا طلسماتی رنگ اور سحر انگیز کشش ظاہر کو مسرور اور باطن کو معمور کر دیتا ہے۔ مولائے روم علیہ الرحمہ کے اس احسانِ عظیم نے نہ جانے صبح قیامت تک کتنے گم گشتگانِ راہ کو صراط مستقیم دکھانے کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے۔ مثنوی معنوی بے مرشد کے لیے مرشد کا درجہ رکھتی ہے۔ جس طرح مرشد کا کام اندر کی صفائی کرنا ہوتا ہے بالکل ویسے ہی مثنوی معنوی خیالات کو طیب و طاہر بناتی ہے، قلوب واذہان کو وسعت عطا کرتی ہے اور الجھے ہوؤں کو سلجھاتی ہے۔ مولائے روم علیہ الرحمہ کے قلم کی سُرعت اور ندرت دیکھ کر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث پاک کی سمجھ آتی ہے کہ ''مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔ جو قوتِ مشاہدہ اللہ کے اس ولی کو حاصل تھی وہ بس اسی کا خاصہ تھا۔ علامہ اقبال نے اس بابت امت کی توجہ بڑے زبردست طریقے سے دلائی ہے کہ

از اشعارِ جلال الدین رومی

بدیوارِ حریمِ دل بیاویز

آقا سید سعید احمد شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد انور شاہ بخاری قادری

(ریٹائرڈ) لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۳ پشاور شہر

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ کے جلیل القدر روحانی پیشوا حضرت سید اکبر شاہ صاحب قادری گیلانی المعروف آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پشاور میں پیدا ہوئے۔ اہل پشاور آپ کو ''آغا بآجی'' کہہ کر یاد کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال درجے کا حسن و جمال عطا فرما رکھا تھا۔ اسی طرح سیرت وکردار اور اخلاقِ حسنہ میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

ابتدائی تعلیم کا آغاز گھر پر ہی ہوا اور پشاور کے جید ترین علماء کرام سے علومِ اسلامیہ کی تکمیل فرمائی۔ پھر والد محترم سے آبائی سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں بیعت کر کے سلوک و معرفت کی بلند ترین منازل طے فرمائیں اور اپنے والد گرامی مرتب حضرت آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہی خلافت پا کر صاحب سجادہ ہوئے۔ آپ انتہائی فیاض، سخی اور مہمان نواز تھے۔[1]

آنجناب نے آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور میں شب جمعہ منانے کا آغاز فرمایا۔ نمازِ عشاء کے بعد تمام مریدین یہاں پر جمع ہو جاتے، نعت خوانی ہوتی، ذکر جہر کا حلقہ ہوا کرتا اور پھر آغا بآجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خطاب فرماتے۔ آپ کی تقریر میں سب سے زیادہ زور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوتا۔ نیز اہل سنت کے راسخ عقائد پر بھی اظہار خیال فرماتے کیونکہ اس دور میں پشاور میں عقائد کا بگاڑ شروع ہو چکا تھا اس لیے آپ عقائد کی اصلاح پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ عقائد باطلہ خصوصی طور پر قادیانیت اور نیچریت کا رد قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان فرماتے۔ بدعقیدہ لوگوں کی صحبت سے بچنے کی تلقین فرماتے[2] اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے[3]

۱: سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور، ۱۹۷۲ء، صفحہ ۱۲۷۔

۲: سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور، ۱۹۷۲ء، صفحہ ۱۲۷۔

۳: انٹرویو قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

صحبت　صالح　ترا　صالح　کند
صحبت　طالح　ترا　طالح　کند

حضرت آغا باجی رحمۃ اللہ علیہ تمام عمر سیاست سے کنارہ کش رہتے ہوئے سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ کے فروغ میں کوشاں رہے ۔البتہ انگریزوں کے خلاف برسر پیکار مجاہدین اسلام حضرت شیخ المشائخ حضرت نجم الدین المعروف ہڈے ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ افغانستان اور مجاہد اعظم حضرت سید فضل احمد صاحب المعروف حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۸ ہجری تا ۱۳۵۶ ہجری) کے ساتھ ہر ممکن تعاون فرماتے رہے۔ [1] یہ برگزیدہ شخصیات یا ان کے خلفاء ومریدین پشاور میں آپ کے آستانہ عالیہ پر ہی قیام فرما ہوتے۔آنجناب جہاد کی تیاری میں ان کی بھرپور مدد فرماتے اور وقتاً فوقتاً اپنے خاص مریدین کی وساطت سے ان کے لیے نقد رقوم ارسال فرمایا کرتے۔علاوہ ازیں جنگ عظیم کے دوران ترکوں کی مدد کرنے میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور ان کی تائید وحمایت میں ہمیشہ کمر بستہ رہے۔ [2] نیز بیواؤں، یتیموں اور غرباء و مساکین کا بھی بڑا خیال رکھتے اور لنگر غوثیہ سے باقاعدگی کے ساتھ انہیں اشیائے خوردونوش فراہم کیا کرتے تھے۔کوئی بھی سائل آپ کے درِ اقدس سے خالی ہاتھ واپس نہ جاتا۔

آپ آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت کا دروازہ چوبیس گھنٹے کھلا رکھتے تا کہ ضرورتمند کو تکلیف نہ ہو اور اس کی حاجت پوری کر دی جائے۔ایک مرتبہ رات کے وقت ایک چور یہاں گھس آیا۔ جونہی اس نے آستانہ عالیہ میں قدم رکھا تو اس کی بینائی جاتی رہی۔اس حالت میں وہ کسی چیز سے ٹکرایا۔آغا باجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عبادت میں مشغول تھے۔آواز سن کر ندا دی کون ہے؟ چور نے اپنا نام بتایا اور کہنے لگا کہ میں اندھا ہو چکا ہوں۔آغا باجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا ''اے کم بخت تو نے چوری کرنے کے لیے آقا پیر جان صاحب کا گھر ہی منتخب کیا۔'' وہ رونے لگا اور معافی مانگنے لگا ۔آپ اس کے پاس تشریف لائے اس کی آنکھوں پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا تو اس کی بینائی واپس لوٹ

۱: سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور، ۱۹۷۲، صفحہ ۱۲۸۔
۲: سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور، ۱۹۷۲، صفحہ ۱۲۸۔

آئی۔اس نے آئندہ کے لیے چوری سے توبہ کی اور متقی بن کر رزقِ حلال کمانے لگا۔[۱]

حضرت آغا باجی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے کمال درجے کے کشف سے نواز رکھا تھا۔ایک مرتبہ لاہور میں محدثِ کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوث صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُرانوار پر تشریف لے گئے۔وہاں ایک پریشان حال شخص بیٹھا خاموشی سے ورد کررہا تھا۔آنجناب نے اس اجنبی کا نام لے کر پکارا ''قاسم صاحب''[۲] آپ تنگدستی دور کرنے کے لیے فلاں وظیفہ پڑھ رہے تھے؟ وہ بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا جی ہاں! آپ نے اسے ایک دوسرا ورد بتایا کہ یہ پڑھو اللہ تعالیٰ فراخی عطا فرمائے گا۔چنانچہ اس نے آپ کے بتائے ہوئے ورد کو اپنا معمول بنالیا اور چند ہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے اس پر فضل وکرم فرمادیا۔[۳]

انہی قاسم صاحب کا قول ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں اڑھائی ہزار فقراء سے ملاقات کی ہے لیکن ایسا کشف عیانی والا درویش میں نے نہیں دیکھا۔[۴]

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب یزدانی نے اس کشف عیانی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ

''آغا باجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر بڑھاپے میں بہت زیادہ کمزور ہوگئی تھی اور آنکھوں

۱: سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور، ۱۹۷۲، صفحہ ۱۲۸۔

۲: انٹرویو ڈاکٹر اللہ بخش یزدانی: ڈاکٹر اللہ بخش یزدانی مرحوم یکہ توت پشاور کے باشندے تھے زرگر برادری سے تعلق تھا اوران کے آباء واجداد پشت در پشت اسی آستانہ عالیہ کے مرید چلے آرہے تھے۔ڈاکٹر صاحب قبلہ مولوی جی صاحب ※ کے مرید تھے ایم بی بی ایس کررکھا تھا۔پی آئی اے میں ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔آپ کو پیس بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ریٹائرمنٹ کے بعد برطانی منتقل ہوگئے۔مگر بڑی گیارہویں میں شمولیت کے لئے باقاعدہ پشاور آیا کرتے تھے۔مولوی جی صاحب ※ جب برطانیہ تشریف لے گئے تو ڈاکٹر صاحب کے ہاں ہی قیام فرما ہوئے تھے۔

۳: قاسم صاحب قادری: آپ سرگودھا کے رہنے والے تھے آپ کو فقراء ودرویشوں سے ملنے کا بڑا اشتیاق تھا۔جب تنگ دستی کا شکار ہوئے تو لاہور میں حضور سیدنا شاہ محمد غوث کے مزار پر حاضر ہوئے یہاں پر ہی آغا باجی صاحب سے ملاقات ہوئی اور پھر آپ کے صاحبزادے حضرت حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب قادری گیلانی ؒ کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور ولایت کی اعلیٰ منازل طے فرمائیں اور وجد وحال کی یہ کیفیت ہوتی کہ جس کسی سے معانقہ کرتے تو اس کا قلب جاری ہوجاتا جس پر توجہ فرماتے وہ سیر فی اللہ میں مشغول ہوجاتا۔سو سال کی عمر میں اسے دنیائے فانی سے نقل مکانی فرمائی۔مزار اقدس سرگودھا میں ہے۔(تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، صفحہ ۱۲۷ حاشیہ)

۴: سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور، ۱۹۷۲، صفحہ ۱۲۷۔

سے بظاہر کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا مگر بصیرت اور کشف عیانی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ آپ اپنی اس کیفیت کو عوام سے مخفی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کیا کرتے تھے اور اسی مقصد کے لیے آپ نے ایک بلی پال رکھی تھی جو آپ سے مانوس تھی اور باتیں بھی کیا کرتی تھی۔ چنانچہ جب بھی آپ گھر سے نکلتے تو یہ بلی آپ کے ساتھ ہوتی اور جہاں جانا چاہتے یہ بلی آپ کو وہاں پہنچا دیا کرتی۔ اس طرح آپ لوگوں پر یہ ظاہر کرتے کہ یہ بلی میری رہنمائی کرتی ہے لیکن اہل معرفت کہتے تھے کہ درحقیقت آغا آجی اپنے کشف عیانی کو چھپانی کے لیے ایسا کرتے ہیں تا کہ لوگوں کی نگاہیں بلی پر مرکوز رہیں۔''[۱]

قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا جان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق زار تھے، جب بھی کوئی حاجی حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مبارک سے واپس آ کر وہاں کے حالات بیان کرتا تو آپ زار و قطار روتے۔''[۲]

نیز فرماتے ہیں کہ ''آپ جیسا متوکل فقیر بہت ہی مشکل سے پیدا ہوگا۔''[۳]

قبلہ مولوی جی نے آپ کے چند ارشادات بھی تحریر فرمائے ہیں جنہیں یہاں نقل کیا جا رہا ہے:

* جس طرح آگ لکڑی کو بھسم کر کے خاک بنا دیتی ہے اسی طرح خراب عقیدہ والے کی صحبت نیک اعمال کو کھا کر انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔
* مرید مخلص کو اپنے پیر کی صحبت کافی ہے۔
* یک در بگیر و محکم بگیر یعنی ایک کا ہو کر رہ جا۔
* ہزار عیوب سے اپنے پیر کی صحبت بچا لیتی ہے۔

۱: سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور، ۱۹۷۲، صفحہ ۱۲۷۔
۲: سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور، ۱۹۷۲، صفحہ ۱۲۷۔
۳: سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور، ۱۹۷۲، صفحہ ۱۲۷۔

*جس نے اپنے پیر کا ادب کیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔

*حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق ہی عین ایمان ہے۔

حضرت آغا باجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۳ مئی ۱۹۳۹ء کو بوقت عشاء واصل بحق ہوئے۔[1] اگلے دن گیارہ بجے نماز جنازہ ادا کی گئی اور اپنے آبائی قبرستان حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ میں سپرد خاک کیے گئے۔ آپ کے جنازہ میں پورا شہر امڈ آیا۔ یہ ایک ایسا تاریخی جنازہ تھا جس میں مسلمانوں کے علاوہ سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم بھی شریک ہوئے۔[2]

آپ کو اللہ تعالیٰ نے کافی اولاد عطا فرمائی تھی مگر سب لڑکپن میں ہی فوت ہو گئی، صرف ایک صاحبزادے حضرت حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک صاحبزادی سے اولاد کا سلسلہ آگے چلا۔ صاحبزادی کی شادی حضرت سید سعید جان بن الحاج آقا سید سکندر شاہ صاحب قادری چشتی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی جن سے صرف ایک فرزند حضرت سید شریف حسین صاحب شاکر بغدادی پیدا ہوئے۔[3]

قطعہ

محمد اختر ساغر صدیقی

بے قراری میں بھی اکثر درد مندان جنوں
اے فریب آرزو تیرے سہارے سو گئے
جن کے دم سے بزم ساغرؔ تھی حریف کہکشاں
اے شب ہجراں کہاں وہ ماہ پارے سو گئے

۱: سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور، ۱۹۷۲، صفحہ ۱۲۷۔

۲: سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور، ۱۹۷۲، صفحہ ۱۲۷۔

۳: سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور، ۱۹۷۲، صفحہ ۱۲۷۔

شخصیاتِ سرحد

شین شوکت

علی اویس خیالؔ

پشاور کی مٹی بڑی زرخیز مٹی ہے، اِس کے بطن سے درجنوں ایسی شخصیات پیدا ہوئیں کہ جن کے فن کا اعتراف نہ صرف ملکی سطح پر بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی کیا جا چکا ہے۔ اس خطہ کی سینکڑوں شخصیات ایسی بھی ہیں کہ جن کے کارناموں کی ایک طویل فہرست ہے اور اُنہوں نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں خود کو منوایا بھی لیکن اِس کے باوجود بھی اُن کی شخصیت کا اعتراف اُس طرح سے نہ ہوا جو کہ ان کا حق تھا۔

ایسی ہی ایک شخصیت شوکت علی المعروف شین شوکت ہیں۔ آپ ۸ جون ۱۹۵۰ء کو اندرون یکہ توت پشاور کے ایک معروف علمی اور مذہبی خانوادے میں حافظ نور محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد اپنے محلہ کی مسجد کے امام اور بانی مدیر اعلیٰ پندرہ روزہ ''الحسن'' حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی المعروف مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص بھی تھے۔ شین شوکت کے دادا کو یہ اعزاز بھی حاصل رہا کہ وہ اُن چند ایک خوش نصیب لوگوں میں سے تھے جنہیں رب تعالیٰ نے پیدل حج کرنے کی توفیق اور سعادت بخشی۔

شین شوکت کے بقول اُنہوں نے زندگی کو کافی قریب سے دیکھا اور باوجود غربت و افلاس کے ان کے والدین نے انہیں تعلیم دلوائی۔ انہوں نے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز مچھی ہٹہ سکول پشاور سے کیا جس کے بعد گنج منڈی سکول پشاور اور پھر گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ۲ پشاور شہر سے مڈل اور میٹرک کا امتحان نمایاں نمبروں سے پاس کیا۔ آپ نے گورنمنٹ کالج پشاور سے ایف ایس سی کا امتحان پاس۔ اسی دوران گورنمنٹ سپریئر سائنس کالج پشاور میں بطورِ لیبارٹری اسسٹنٹ تعینات ہوئے۔ یہاں سے پھر ان کی باقاعدہ عملی زندگی کا آغاز ہوا۔ آپ میونسپل کارپوریشن کے لائبریرین کے طور پر ریٹائر ہوئے۔

شین شوکت کی علمی و ادبی زندگی پر اگر سرسری طور پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت ایک کثیر الجہت اور ہمہ گیر ادبی شخصیت تھی۔ وہ بیک وقت ہندکو اور اُردو زبان کے بڑے اچھے شاعر، ادیب، محقق، کالم نگار، افسانہ نگار، ناول نگار و مزاح نگار تھے۔ یوں تو شین شوکت نے اُردو زبان میں بھی بہت کچھ لکھا لیکن ان کی ادبی زندگی کا اصل حوالہ ہندکو زبان و ادب تھا۔

اپنی مادری زبان ہندکو کی جانب شین شوکت مرحوم کے راغب ہونے کی وجہ اُنہوں نے یہ بتائی تھی کہ طالب علمی کے ایام میں ایک دِن سکول میں انہوں نے حاجی جاوید نامی اپنے ایک ہم جماعت کے ہاتھ میں مختار علی نیئر کی کتاب ''ہندکو نثر دی کہانڑی'' دیکھی۔ انہوں نے جب وہ کتاب پڑھی تو انہیں یہ احساس ہوا کہ انہیں بھی بحیثیت ہندکووان ہندکو زبان کی ترویج کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ اس کے بعد وہ باقاعدہ طور اپنی مادری زبان کی ترویج و ترقی کے لیے میدان میں آئے اور ہندکو ادب کے دامن کو وسیع تر کرنے کی کوششوں میں مگن ہو گئے۔ انہوں نے ایک تنظیم ''ہندکو آرٹس کونسل'' کی بنیاد رکھی اور پشاور کے ایک مقامی ہوٹل شلوزان (جو کہ اس وقت چوک یادگار میں تھا) میں اُس دور کے ہندکو زبان کے مشہور شعراء اور ادباء کو دعوت دی گئی اور اسی مجلس میں ہندکو آرٹس کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا اور شین شوکت کو اس کا بانی صدر نامزد کیا گیا۔

شین شوکت کی چند قابل ذکر کتب میں اُن کا لکھا ہوا ہندکو ناولٹ ''مہندی'' شامل ہے جو بنیادی طور پر پشاور شہر کے تاریخی بازار قصہ خوانی ۲۳ میں اپریل ۱۹۳۰ء کے سانحہ کو سامنے رکھ کر لکھا گیا۔ اِسی طرح ان کی ایک اور کتاب ''کتابوں کی حفاظت'' کے عنوان سے چھپی جس کا پس منظر اپنے عنوان سے ہی ظاہر ہے۔ اس کے بعد ۱۹۷۷ء میں ''ہندکو زبان و ادب کا تاریخی جائزہ'' کے عنوان سے ان کی ایک منفرد تحقیقی کاوش سامنے آئی جس میں انہوں نے ہندکو زبان اور اس کے قدیم ادب پر بڑی جامع تحقیق کی۔ سن ۲۰۱۲ء میں گندھارا ہندکو بورڈ کے تحت ''اکھیاں دے تارے'' کے عنوان سے ان کی ایک اور کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی جس میں انہوں نے بچوں کے لیے ہندکو نظمیں لکھیں۔ اِس کے بعد ۲۰۱۶ء میں ان کی ایک اور کتاب ''جمد اجیوے'' کے عنوان سے گندھارا ہندکو بورڈ کے تحت چھپ کر منظر عام پر آئی۔

اس کتاب میں بھی اُنہوں نے بچوں اور طالب علموں کو سامنے رکھتے ہوئے بڑے خوبصورت انداز میں پشاور کی تہذیب اور ثقافت سے ان کو روشناس کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی۔ جبکہ ۲۰۱۷ء میں اِن کا ہندکو شعری مجموعہ ''عین شین قاف'' چھپ کر منظر عام پر آیا جسے ادبی دنیا میں کافی سراہا گیا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ شین شوکت ایک کہنہ مشق لکھاری تھے اور مختلف مقامی اخبارات، جرائد و رسائل کے لیے وقتاً فوقتاً لکھتے رہے۔ ''شین کی ڈائری'' کے عنوان سے روزنامہ مشرق پشاور میں اُن کے کالم بھی چھپتے رہے۔ اس کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلی وژن کے لیے سینکڑوں فیچرز اور ڈرامے لکھے اور تادم آخر لکھتے رہے۔ گندھارا ہندکو بورڈ کے تحت منعقد ہونے والی تمام عالمی کانفرنسوں کے ساتھ ساتھ صوبائی کانفرنسوں میں بھی مختلف عنوانات پر بھرپور تحقیقی مقالہ جات لکھے جو وقتاً فوقتاً منظر عام پر آتے رہے جبکہ کئی ادبی تنظیموں سے بھی وابستہ رہے جن میں پاکستان رائیٹرز گلڈ، گندھارا ہندکو بورڈ پشاور اور ادارہ فروغ ہندکو قابل ذکر ہیں۔

الغرض شین شوکت صاحب نے ہمیشہ خود کو علم و ادب کی خدمت کے لیے وقف کیے رکھا۔ راقم الحروف کی ان سے آخری ملاقات دربارِ عالیہ حضرت سید شاہ قبول اولیاء رحمۃ اللہ علیہ پشاور میں ''گلہائے معرفت'' کے عنوان سے منعقد ہونے والے سالانہ کثیر اللسانی مشاعرے میں ہوئی۔ اس مشاعرے کے ایک ہفتہ بعد ان سے ٹیلی فون کے ذریعہ بات چیت ہوئی اور اگلے ہی روز ۲۲ نومبر ۲۰۲۰ء کو پتہ چلا کہ وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔ ہندکو سے ان کی محبت ان کے درج ذیل اشعار سے ظاہر ہوتی ہے

لکھ لکھ کے پڑھ ساں ہندکو	تے گنگناندا رہساں
ہندکو دا سارے جگ وچ	ڈنکا وجاندا رہساں
ماں صدقے تے ماں واری	ماں ڈکرے ہووی ساری
سو جا للو للو دا	وے قرضہ بہت پہاری
ماں ماماتا تری دا	قرضہ چکاندا رہساں
ہندکو وچ قسماں کھاساں	وعدے نبھاندا رہساں

تبصرہ کتب

(تبصرے کے لیے کتاب کے دو عدد نسخے ارسال کیے جائیں)

نام کتاب: عربی کتب درود کا تعارف مع معجم البابطین

مصنف: پیرزادہ عابد حسین شاہ

صفحات: ۴۴۸

ناشر: ورلڈ ویو پبلشرز، لاہور

تبصرہ نگار: سید محمد انور شاہ بخاری قادری

حضرت علامہ عابد حسین شاہ صاحب پیرزادہ کا سلسلۂ نسب حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ چکوال میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ کثیر التصانیف عالم، فاضل اور محقق ہیں۔ آپ کی چھبیس کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔ غیر مطبوعہ کتب کی تعداد پندرہ جبکہ دس زیر تالیف ہیں۔

درود وسلام کا نذرانہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کرنا افضل ترین عبادت ہے اور اہل ایمان کا شعار ہے۔ اس کا تاکیدی حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دیا ہے اور پیارے محبوب ﷺ نے احادیث شریف میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ چونکہ درود وسلام سے حب رسول ﷺ کو فروغ ملتا ہے اس لیے ہر دور کے علماء ومشائخ نے درود شریف کو حرزِ جان بنانے کے ساتھ ساتھ اس پر مضامین اور کتابیں بھی قلم بند فرمائیں اور ہنوز یہ نورانی سلسلہ جاری ہے۔

پیرزادہ صاحب کی یہ کاوش بھی حب رسول ﷺ کے فروغ کا مظہر ہے۔ آپ نے اس میں درود شریف پر مشتمل عربی کتابوں اور ان کے مصنفین کا تعارف پیش فرمایا تاکہ اردو دان طبقہ بھی ان سے آگاہی حاصل کر سکے۔ آپ کی یہ کاوش ایک طرح کی تفصیلی موضوعاتی کتابیات (ڈسکرپٹیو سبجیکٹ ببلیوگرافی) کہلائی جا سکتی ہے جسے کمپیوٹر پر کمپوزنگ کر کے عمدہ کاغذ پر نفیس طباعت اور مضبوط جلد میں پیش فرمایا۔

یہ آپ کے چھ مقالات کا مجموعہ ہے جن میں سے چار مقالات قبل ازیں طبع ہو چکے ہیں جبکہ آخری دو پہلی مرتبہ منظر عام پر آئے ہیں۔ پہلے مقالے میں ۸۳ کتابوں کے کوائف اور ان کے مصنفین کے مختصر حالات دیئے گئے ہیں۔ ان میں چھٹی صدی ہجری سے پندرہویں صدی ہجری تک بڑے بڑے جید علماء کرام، صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ شامل ہیں۔

دوسرے مقالے میں درود وسلام کی بیس کتابوں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ ان میں نمبر شمار دس پر ''مجموعہ صلوٰت الرسول ﷺ'' کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے مصنف حضرت خواجہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سکنہ چھوہر شریف ہری پور ہزارہ (المتوفی ۱۳۴۲ ہجری/ ۱۹۲۴ء) ہیں۔ اسے پہلی بار آپ کے خلیفہ حضرت سید احمد شاہ صاحب قادری (سری کوٹ شریف، ہری پوری) نے ۱۹۳۳ء میں رنگون سے طبع کروایا۔ دوسری مرتبہ بھی یہ کتاب آپ ہی کی مساعی جمیلہ سے ۱۹۵۳ء میں پشاور سے شائع ہوئی جس کی نگرانی بانی مدیر اعلیٰ ''الحسن'' حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری نے فرمائی۔ اس کا ذکر اردو ایڈیشن صفحہ ۱۸۳ اور صفحہ ۸۷ پر موجود ہے جو اس کا چوتھا ایڈیشن ہے اور پانچ جلدوں میں ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا جبکہ قبل ازیں تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۲ میں چٹا گانگ بنگلہ دیش سے شائع ہوا تھا۔

مصنف کتاب ہذا حضرت شیخ المشائخ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ طریقت آٹھ واسطوں سے حضرت شیخ المشائخ عنایت اللہ شاہ صاحب قادری تک پہنچتا ہے جو حضرت سید عبداللہ شاہ قادری گیلانی عرف صحابی سرکار رحمۃ اللہ علیہ (مزار ٹھٹہ شریف) کے خلیفہ مجاز ہیں۔

تیسرے مقالے میں دلائل الخیرات کے اوّلین اردو ترجمہ کے بارے میں تحقیق کی گئی ہے۔ دلائل الخیرات حضرت امام ابوعبداللہ سید محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن سلیمان جزولی سملالی مالکی (۸۰۷ ہجری تا ۸۷۰ ہجری) کی تصنیف لطیف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عالمگیر شہرت و مقبولیت عطا فرمائی۔ پونے چھ سو سال سے اس کا ورد تمام سلاسل تصوف میں سالکین کا معمول چلا آ رہا ہے۔ دیگر زبانوں میں اس کے تراجم اور شروح قلم بند ہوئیں۔ صرف اردو میں پندرہ سے زائد تراجم تحریر کئے گئے جن میں پیرزادہ صاحب کی تحقیق کی مطابق پہلا مطبوعہ اردو ترجمہ مولانا حکیم میں ناصر علی غیاث پوری کا ہے جو ''عناصر البرکات'' کے نام سے مطبع نظامی کانپور (انڈیا) سے ۱۲۹۱ ہجری/ ۱۸۷۴ء میں ۲۶۴ صفحات پر شائع ہوا۔

چوتھا مقالہ ''دلائل الخیرات کی سند نعیمی'' کے متعلق ہے۔ یہ برصغیر پاک و ہند کے معروف عالم دین صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ اسناد ہے جس میں دلائل الخیرات کے علاوہ دیگر دینی علوم وفنون کی روایت اوراجازت بھی شامل ہے جو سید صاحب کے شیخ طریقت شیخ کل حضرت شاہ محمد گل صاحب قادری کابلی کی وساطت سے علماء ومشائخ حرمین تک پہنچتا ہے۔ یہ سند ''ثبت الامیر یا ثبت امیری'' کہلاتی ہے۔

پیرزادہ صاحب اس مقالہ میں دلائل الخیرات شریف کی ہمہ گیر مقبولیت، ان کے نادر مخطوطات اور مختلف مطبوعہ ایڈیشنوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ نیز ان مشاہیر علماء ومشائخ، صالحین اور حکمرانوں کا بھی ذکر کیا ہے جنہوں نے نہ صرف خود اس کے ورد کو معمول بنائے رکھا بلکہ دوسروں کو اس سے مستفیض کرنے کا بھی اہتمام فرمایا۔ خصوصاً سلاطین عثمانیہ نے اپنے عہد حکومت کے دوران مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ میں ''شیخ الدلائل'' کے نام سے باقاعدہ عہدہ قائم کیا اوردنیائے اسلام کے جلیل القدر عارفین وصالحین اس منصب پر فائز کیے جاتے تھے جن کی نگرانی وسرپرستی میں مسجد حرم شریف اور مسجد نبوی شریف میں دلائل الخیرات پڑھنے کی مجالس منعقد ہوا کرتیں اوردنیا بھر سے آنے والے اہل ذوق ان سے دلائل الخیرات شریف کی اجازت حاصل کرتے تھے۔

پانچواں مقالہ پہلی مرتبہ منظر عام پر آرہا ہے جو پیرزادہ صاحب نے درود تاج کے حقائق ومعارف پر قلم بند فرمایا۔ دلائل الخیرات کی طرح اس درود شریف کو بھی عالمگیر شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی بلکہ اسے بھی زیادہ کیونکہ یہ مختصر ہے اوراکثر عام وخاص نے اسے حفظ کررکھا ہے اورروزانہ اس کا ورد کیا جاتا ہے۔ متعدد زبانوں میں اس کے نظم ونثر میں تراجم ہوچکے ہیں اوراس کی شروح بھی لکھی گی ہیں۔

پیرزادہ صاحب کا یہ مقالہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں درود تاج شریف کا عربی متن اوراس کے ساتھ اردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ مفسر قرآن پروفیسر ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی نے کیا ہے۔ حصہ دوم میں درود تاج شریف کے معترضین اوران کے فتاویٰ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ غیر مقلدین کا مؤقف بھی پیش کیا گیا ہے اوران کے اعتراضات کا تفصیلی رد لکھنے والوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جبکہ مقلدین میں دیوبندی مکتبہ فکر کے آراء بھی بیان کی گئی ہیں۔

اس ضمن میں ان کے تین طبقات کا الگ الگ ذکر کیا گیا ہے۔ دوطبقات اس کے مخالف ہیں جبکہ ایک طبقہ

اس کا حامی و قائل ہے جو نہ صرف خود درود تاج پڑھتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس کے پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ نیز درودِ تاج شریف کے اثبات پر دار العلوم دیو بند (انڈیا) کے دار الافتاء کے مفتی مسعود احمد صاحب کے فتویٰ نمبر ۵۰۹ ۴ کا بھی حوالہ دیا گیا ہے جو ۲ فروری ۱۹۶۵ء کو ایک سوال کے جواب میں جاری کیا گیا تھا۔

حصہ سوم خاص طور پر بڑی ہی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں پیرزادہ صاحب نے درود تاج کے مصنف کے بارے میں تحقیق کی ہے اور اس معرکتہ الآرا مسئلے کو حل فرمایا ہے۔ اس موضوع پر پائی جانے والی آراء کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے اور پھر متعدد جلیل القدر علماء و مشائخ کی معتبر کتابوں کے حوالے پیش کیے ہیں جنہوں نے یمن کے حضرت امام ابوبکر بن سالم سقاف علوی حسینی تریمی (۹۱۹ ہجری تا ۹۹۲ ہجری) کو درود تاج شریف کا مصنف قرار دیا ہے اور پیرزادہ صاحب نے بھی ان علماء و مشائخ کی تائید کی ہے۔

چھٹا اور آخری مقالہ ''عربی نعت اور معجم البابطین'' کے بارے میں ہے اس میں معجم البابطین نامی کتاب پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہ ضخیم کتاب ۲۶ جلدوں اور اٹھارہ ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے جو مؤسسہ جائزہ عبدالعزیز سعود البابطین کویت کی طرف سے ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کے آٹھ ہزار شعراء کے حالات اور منظوم عربی کلام کا نمونہ شامل کیا گیا۔ اس میں دنیا بھر کے مسلم و غیر مسلم دونوں طرح کے شعراء شامل ہیں نیز ایک سو خواتین شعراء کا کلام بھی موجود ہے۔ یوں یہ عربی نظم کا انسائیکلو پیڈیا بن گیا ہے جسے عبدالعزیز بابطین کی نگرانی میں دنیا بھر کے تقریباً پانچ سو اہل قلم نے مل کر ترتیب دیا ہے۔

اس کتاب میں جو عربی لغت شامل کی گئی ہے وہ خاص طور پر پیرزادہ صاحب کی تحقیق اور توجہ کا مرکز ہے۔ آپ نے معجم البابطین کا ایک اشاریہ تیار کر کے اس مقالہ کا حصہ بنایا جس میں شاعر کا نام و ولدیت، وصال ہجری و عیسوی میں، نعت کا عنوان اور اس کتاب کا نام اور متعلقہ صفحات کی نشاندہی کی ہے۔ آپ نے پہلی جلد سے شروع کر کے بائیس نمبر جلد پر اس کو مکمل کیا ہے کیونکہ باقی تینوں جلدوں میں مختلف انواع و اقسام کی فہارس پر مشتمل ہیں۔

معجم البابطین نیٹ پر پی ڈی ایف کی صورت میں دستیاب نہیں البتہ ناشر کی اپنی ویب سائٹ www.alaoajam.org پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

برائے رابطہ

شاہ محمد غوث اکیڈیمی

کوچہ آقا پیر جان، یکہ توت، پشاور شہر

0332-5553125

www.alameer.org

info@alameer.org

facebook.com/Alameer.org